بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِالۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡد

حضرت مہدی و مسیح موعودؑ اور پیشگوئی محمدی بیگم

۱۸۸۰ء تک مسلمانوں کی سیاسی اور مذہبی حالت انتہائی زوال پذیر ہو چکی تھی۔ اُنکے ممالک یکے بعد دیگرے اغیار کے قبضہ میں جا چکے تھے۔ مصر اور سوڈان پر انگریزوں کی عملداری مستحکم ہو چکی تھی۔ شمالی افریقہ کے مسلمان ممالک پر فرانسیسی قابض ہو گئے تھے۔ باقی مسلمان ممالک بھی انگریزوں کے قبضہ میں جا چکے تھے۔ ہندوستان سے مغلیہ سلطنت کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ خلافتِ عثمانیہ کا ستارہ بھی ٹمٹما رہا تھا۔ مسلمان اپنے ہی ممالک میں مغلوب اور مخذول ہو چکے تھے۔ ملتِ اسلامیہ پر ایک یاسیت طاری تھی اور ملت کا ہر فرد قوت عمل سے عاری ہو چکا تھا۔ مسلمانوں کا یہ سیاسی زوال اتنا شدید اور دردانگیز تھا کہ آغازِ اسلام کے بعد اِسکی مثال نہیں ملتی۔ مولانا الطاف حسین حالی ملت اسلامیہ کے اس سیاسی زوال کا ذکر کرتے ہوئے اپنی مسدس میں لکھتے ہیں! ؎

مگر ہم کہ اب تک جہاں تھے وہیں ہیں ۔ جمادات کی طرح بار ِ زمیں ہیں
جہاں میں ہیں ایسے کہ گویا نہیں ہیں ۔ زمانہ سے کچھ ایسے فارغ نشیں ہیں
کہ گویا ضروری تھا جو کام کرنا ۔ وہ سب کر چکے ایک باقی ہے مرنا

مسلمانوں کی اس سیاسی تنزلی کیساتھ ساتھ اُنکے دین کا حال بھی اَبتر تھا۔ آپس میں تفرقہ بازی اور تکفیر بازی کا بازار گرم تھا۔ مولوی شبلی مرحوم نے مولوی حضرات کی اِسی مصروفیت کا کچھ یوں ذکر کیا ہے! ؎ کرتے ہیں شب و روز مسلمانوں کی تکفیر ۔ بیٹھے ہوئے کچھ ہم بھی تو بے کار نہیں ہیں

غیر مذاہب دین اسلام پر حملہ آور تھے۔ ان میں سرِ فہرست عیسائی تھے۔ انہوں نے بذریعہ قلم صلیبی جنگ شروع کر رکھی تھی۔ لاکھوں کروڑوں رسالے اور کتب دین اسلام اور بانئے اسلام کے خلاف تحریر کی گئیں تھیں۔ ان کتابوں میں انہوں نے مسلمان علماء اور مفسروں کی غلط تفسیروں اور ضعیف روایتوں سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے حضرت عیسیٰؑ کو آنحضور ﷺ سے بہت افضل کر دکھایا تھا۔ سید المعصومین ﷺ کی غلط تصویریں تیار کر کے آپکے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار دکھا کر یہ پروپیگنڈا کیا گیا کہ دینِ اسلام جبر سے پھیلا ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کو نہ صرف آپ ﷺ سے برگزشتہ کیا گیا بلکہ نوجوانوں کو مادی لالچ دیکر اور انہیں اسلام سے بدظن کر کے عیسائیت میں داخل کیا گیا۔ دیکھتے دیکھتے کئی عبداللہ سے عبداللہ آتھم اور کئی فتح محمد سے فتح مسیح بن گئے۔ صرف ہندوستان میں لاکھوں مسلمان عیسائیت کی گود میں جا چکے تھے۔ عیسائیوں کی دیکھا دیکھی ہندوؤں نے بھی اسلام کی بڑھ چڑھ کر مخالفت شروع کر دی۔ انہوں نے بھی اسلام اور بانئے اسلام کے خلاف بہت گمراہ کن لٹریچر شائع کیا اور بہت ساری انتہا پسند ہندو تنظیمیں مثلاً برہمو سماج، دیو سماج اور آریہ سماج وجود میں آ گئیں۔ ان ہندو تنظیموں نے ہندوؤں کو اسلام سے بدظن کر کے مسلمانوں کا دشمن بنا دیا۔ الغرض دین اسلام کی اس حالتِ زار کے متعلق مولانا حالیؒ صاحب کو لکھنا پڑا! ؎

مگر دینِ برحق کا بوسیدہ ایواں ۔ تزلزل میں مدت سے ہیں جسکے ارکاں
زمانہ میں ہے جو کوئی دن کا مہماں ۔ نہ پائیں گے ڈھونڈا جسے پھر مسلماں
عزیزوں نے اس سے توجہ اُٹھا لی ۔ عمارت کا ہے اس کی اللہ والی

مسلمانوں کی اس سیاسی اور مذہبی تنزلی کے دور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ (الحجر:۱۰) کو یاد فرمایا اور اپنے پیارے حبیب ﷺ کے اس فرمان کہ "اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یَبۡعَثُ لِھٰذِہِ الۡاُمَّۃِ عَلٰی رَأۡسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَّنۡ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیۡنَھَا۔" (سنن ابوداؤد جلد ۲ کتاب الملاحم)۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر اس امت کیلئے ایک شخص کو مبعوث فرمائے گا جو اس کیلئے دین کو تازہ کرے گا۔'' (سنن ابوداؤد جلد ۲ کتاب الملاحم) کے مطابق چودھویں صدی کے سر پر تجدید دین کیلئے حضرت مرزا غلام احمدؑ کو کھڑا کیا۔ آپ علیہ السلام نے اس مایوسی کے دور میں مسلمانوں کو حوصلہ دیا کہ گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور اس کا خدا بھی ایک زندہ خدا ہے۔ اس خدا تعالیٰ نے مجھے بطور مجدد اور خلیفۃ اللہ مامور فرمایا ہے تا کہ لِیُظۡھِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ وَلَوۡ کَرِہَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ۔ (التوبہ۔۳۳) کے خدائی وعدہ کے مطابق دین اسلام کا باقی ادیان پر غلبہ ہو جائے۔ آپؑ فرماتے ہیں! ؎

ہم نے اسلام کو خود تجربہ کرکے دیکھا ۔ نور ہے نور اُٹھو دیکھو سنایا ہم نے
تھک گئے ہم تو انہی باتوں کو کہتے کہتے۔ ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے
آزمائش کے لیے کوئی نہ آیا ہر چند ۔ ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے
آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ۔ لو تمہیں طُور تسلّی کا بتایا ہم نے
آج اُن نوروں کا اک زور ہے اس عاجز میں۔ دل کو اُن نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے
مصطفٰے پر تیرا بے حد ہو سلام اور رحمت ۔ اُس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے

براہین احمدیہ کی اشاعت۔

حضرت مرزا صاحبؑ کی پہلی تصنیف براہین احمدیہ کی چار (۴) جلدیں ۱۸۸۴ء تک شائع ہو چکی تھیں ۔ آپؑ نے اپنی اس کتاب میں صداقت اسلام و قرآن کے ایسے زبردست دلائل پیش کیے کہ اپنے اور بیگانے سب حیران رہ گئے ۔ آپؑ نے اِرشاد باری تعالیٰ کے مطابق ہر قوم کے خواص اور ہر مذہب کے پیروکاروں کو مقابلے کیلئے بلایا اور ہر طرف نشان نمائی کیلئے دعوت عام دیدی ۔ اس دعوتِ عام کا مقصد یہ تھا کہ وہ لوگ جو راہ راست سے بے خبر اور صراطِ مستقیم سے بھٹکے ہوئے ہیں انہیں نہ صرف ہستی باری تعالیٰ کا یقین ہو بلکہ دینِ اسلام اور فرقانِ مجید کی حقانیت کا بھی پتہ چلے ۔ آپؑ نے ببانگ دھل فرمایا کہ وہ خدا جو پہلے بولتا تھا وہ آج بھی بولتا ہے ۔ اور اگر کسی کو اس میں شک ہو تو وہ میرے پاس رہ کر اس کی تسلی کر سکتا ہے ۔ آپؑ نے اپنے ایک اشتہاری خط میں اعلان فرمایا:۔

''اصل مدعا خط جس کے ابلاغ سے میں مامور ہوا ہوں ۔ یہ ہے دین حق جو خدا کی مرضی کے موافق ہے صرف اسلام ہے اور کتاب حقانی جو منجانب اللہ محفوظ اور واجب العمل ہے صرف قرآن ہے ۔ اس دین کی حقانیت اور قرآن کی سچائی پر عقلی دلائل کے سوا آسمانی نشانوں (خوارق و پیشین گوئیاں) کی شہادت بھی پائی جاتی ہے ۔ جس کو طالب حق اس خاکسار (مؤلف براہین احمدیہ) کی صحبت اور صبر اختیار کرنے سے بمعاینہ چشم کر سکتا ہے ۔ آپکو اس دین کی حقانیت یا اُن آسمانی نشانوں کی صداقت میں شک ہو تو آپ طالب صادق بن کر قادیان میں تشریف لاویں اور ایک سال تک اس عاجز کی صحبت میں رہ کر اُن آسمانی نشانوں کا بچشم خود مشاہدہ کر لیں ولیکن اس شرط نیت سے (جو طلب صادق کی نشانی ہے) کہ بمجرد معائنہ آسمانی نشانوں کے اسی جگہ (قادیان میں) شرف اظہار اسلام یا تصدیق خوارق سے مشرف ہو جائیں گے ۔ اس شرط نیت سے آپ آویں گے تو ضرور انشاء اللہ تعالےٰ آسمانی نشان مشاہدہ کریں گے ۔ اس امر کا خدا کی طرف سے وعدہ ہو چکا ہے جس میں تخلف کا امکان نہیں ۔ (مجموعہ اشتہارات جلد ا صفحہ ۲۱)

قادیان کے ہندو آریہ۔

اس اعلان عام کے بعد قادیان کے ہندوؤں نے نشان نمائی کیلئے درخواست کرتے ہوئے حضرت مرزا صاحبؑ کو ایک خط رقم فرمایا جس میں وہ لکھتے ہیں:۔

''کہ جس حالت میں آپ نے لنڈن اور امریکہ تک اس مضمون کے رجسٹری شدہ خط بھیجے ہیں کہ جو طالب صادق ہو اور ایک سال تک ہمارے پاس اگر قادیان میں ٹھہرے تو خدا تعالیٰ اسکو ایسے نشان در بارۂ اثبات حقیقت اسلام ضرور دکھائے گا کہ جو طاقت انسانی سے بالاتر ہوں ۔ سو ہم لوگ جو آپکے ہمسایہ اور ہم شہری ہیں ۔ لندن اور امریکہ والوں سے زیادہ ترحق دار ہیں ۔ اور ہم آپکی خدمت میں قسمیہ بیان کرتے ہیں جو ہم طالب صادق ہیں ۔ کسی قسم شرارت اور عناد جو بمقتضائے نفسانیت یا مغائرت مذہب نااہلوں کے دلوں میں ہوتا ہے وہ ہمارے دلوں میں ہرگز نہیں ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔ ہم سراسر سچائی اور راستی سے اپنے پرمیشر کو حاضر ناظر جان کر یہ اقرار نامہ لکھتے ہیں اور اسی سے اپنی نیک نیتی کا قیام چاہتے ہیں ۔ اور سال جو نشانوں کے دکھانے کیلئے مقرر کیا گیا ہے وہ ابتدائے ستمبر ۱۸۸۵ء سے شمار کیا جاوے گا ۔ جس کا اختتام ستمبر ۱۸۸۶ء کے اخیر تک ہو جائے گا۔'' (ایضاً ۔ صفحہ ۹۲ تا ۹۴)

قصبہ قادیان کے اہل ہنود کی اس درخواست کے جواب میں حضرت مرزا صاحبؑ لکھتے ہیں ۔

''آپ صاحبوں کا عنایت نامہ جس میں آپ نے آسمانی نشانوں کے دیکھنے کیلئے درخواست کی ہے، مجھ کو ملا ۔ چونکہ یہ خط سراسر انصاف وحق جوئی پر مبنی ہے اور ایک جماعت طالب حق نے جو عشرہ کاملہ ہے اس کو لکھا ہے اسلئے یہ تمام تر شکر گزاری اسکے مضمون کو قبول کرتا ہوں ۔ اور آپ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر آپ صاحبان ان عہود کے پابند رہیں گے کہ جو اپنے خط میں آپ لوگ کر چکے ہیں تو ضرور خدائے قادر مطلق جلشانہ کی تائید و نصرت سے ایک سال تک کوئی ایسا نشان آپ کو دکھلایا جائے گا جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو۔۔۔۔۔۔'' (ایضاً ۔ صفحہ ۹۵)

حضورؑ کا مدت سے ارادہ تھا کہ آپ کسی جگہ چالیس دن متواتر عبادت الٰہی اور دعا میں گزاریں جہاں آپ کو کوئی نہ جانتا ہو ۔ پہلے آپ کا اِرادہ سوجان پور جانے کا تھا ۔ بعد ازاں اللہ

تعالیٰ نے آپ کو الہاماً بتایا کہ!

''تمہاری عقدہ کشائی ہوشیار پور میں ہوگی'' (سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ نمبر ۵۵۔روایت نمبر ۸۶)

چنانچہ آپ اس چلہ کی خاطر جنوری ۱۸۸۶ء میں اپنے تین خادموں (حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری، حضرت شیخ حامد علی صاحب اور میاں فتح خاں صاحب) کیساتھ ہوشیار پور تشریف لے گئے۔ ہوشیار پور پہنچ کر آپ نے شیخ مہر علی صاحب رئیس کے طویلہ کے بالا خانہ میں قیام فرمایا۔ آپ نے بذریعہ اشتہار یہ اعلان فرمایا کہ چالیس دن تک کوئی شخص مجھے ملنے نہ آوے۔ اسی دوران جب ایک دن مولوی عبداللہ سنوریؓ کھانا پہنچانے کیلئے اوپر گئے تو حضورؑ نے آپ سے فرمایا۔

''میاں عبداللہ! ان دنوں مجھ پر بڑے بڑے خدا کے فضل کے دروازے کھلے ہیں اور بعض اوقات دیر دیر تک خدا تعالیٰ مجھ سے باتیں کرتا رہتا ہے۔ اگر ان کو لکھا جائے تو کئی ورق ہو جائیں۔'' (ایضاً۔ صفحہ ۵۶ تا ۵۷)

چنانچہ چالیس روز کے بعد حضورؑ نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے دن ایک اشتہار تحریر فرمایا جو کہ یکم مارچ ۱۸۸۶ء کو اخبار ریاض ہند کے ضمیمہ کے طور پر شائع ہوا۔ اور اس اشتہار میں دیگر پیشگوئیوں کیساتھ ایک عظیم الشان پیشگوئی مصلح موعود بھی تھی جو کہ درج ذیل ہے۔

پیشگوئی مصلح موعود۔

☆میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی۔ اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لودھیانہ کا سفر ہے) تیرے لیے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا۔ تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں۔ موت کے پنجہ سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔ اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کیساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کیساتھ بھاگ جائے۔ اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لائیں۔ کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے۔ اور خدا کے دین اور اسکی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو۔ کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے۔ اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔

اس کیساتھ فضل ہے۔ جو اسکے آنے کے ساتھ آئیگا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اُسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ (اسکے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَآءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے۔ اور خدا کا سایہ اسکے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رُستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔☆ (مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۲)

حضرت مرزا غلام احمدؑ کے بڑے بھائی جناب مرزا غلام قادر صاحب ۱۸۸۳ء میں فوت ہو گئے تھے۔ بھائی کی وفات کے ڈیڑھ سال بعد نومبر ۱۸۸۴ء میں آپؑ نے میر ناصر نواب کی صاحبزادی نصرت جہاں بیگم صاحبہ سے شادی کر لی۔ آپؑ کی یہ دوسری شادی انتہائی سادگی کیساتھ دہلی میں انجام پائی۔ مرزا بشیر احمد سیرت المہدی جلد اوّل کے صفحہ ۵۹ پر لکھتے ہیں:۔ ''بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ جب میری شادی ہوئی اور میں ایک مہینہ قادیان ٹھیر کر پھر واپس دہلی گئی تو ان ایام میں حضرت مسیح موعود نے مجھے ایک خط لکھا کہ میں نے خواب میں تمہارے تین جوان لڑکے دیکھے ہیں۔ والدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ مجھے دو یاد تھے مگر حضرت صاحب فرماتے تھے کہ نہیں میں نے تین دیکھے تھے اور تین ہی لکھے تھے۔''

۸۔ جون ۱۸۸۶ء کا خط۔

اپنی دوسری شادی کے تقریباً ڈیڑھ سال بعد مورخہ ۸۔ جون ۱۸۸۶ء کو حضرت مہدی و مسیح موعودؑ اپنے دوست حضرت مولوی نور الدینؓ صاحب کو ایک خط لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

☆ شاید چار ماہ کا عرصہ ہوا۔ کہ اس عاجز پر ظاہر کیا گیا تھا کہ ایک فرزند قوی الطاقتین ، کامل الظاہر والباطن تم کو عطا کیا جائے گا۔ سو اس کا نام بشیر ہوگا۔ اب تک میرا قیاسی طور پر خیال تھا کہ شاید وہ فرزند مبارک اسی اہلیہ سے ہوگا۔ اب زیادہ تر الہام اس بات میں ہو رہے ہیں کہ عنقریب ایک اور نکاح تمہیں کرنا پڑے گا اور جناب الٰہی میں یہ بات قرار پا چکی ہے کہ ایک پارسا طبع اور نیک سیرت اہلیہ تمہیں عطا ہوگی۔ وہ صاحبِ اولاد ہوگی۔ اس میں تعجب کی بات یہ ہے کہ جب الہام ہوا تو ایک کشفی عالم میں چار پھل مجھ کو دیئے گئے۔ تین ان میں سے تو آم کے تھے مگر ایک پھل سبز رنگ بہت بڑا تھا۔ وہ اس جہان کے پھلوں سے مشابہ نہیں تھا۔ اگرچہ ابھی یہ الہامی بات نہیں مگر میرے دل میں یہ پڑا ہے کہ وہ پھل جو اس جہان کے پھلوں میں سے نہیں ہے۔ وہی مبارک لڑکا ہے۔ کیونکہ کچھ شک نہیں کہ پھلوں سے مراد اولاد ہے۔ اور جبکہ ایک پارسا طبع اہلیہ کی بشارت دی گئی اور ساتھ ہی کشفی طور پر چار پھل دیئے گئے۔ جن میں سے ایک پھل الگ وضع کا ہے تو یہی سمجھا جاتا ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب ۔ مگر میری دانست میں اس لڑکے کے تولد سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ تیسری شادی ہو جائے ۔۔۔ اِن دنوں میں اِتفاقاً ئی شادی کیلئے دو (۲) شخصوں نے تحریک کی تھی مگر جب اِنکی نسبت استخارہ کیا گیا تو ایک عورت کی نسبت جواب ملا کہ اس کی قسمت میں ذِلّت و محتاجگی و بے عزتی ہے اور اس لائق نہیں کہ تمہاری اہلیہ ہو اور دوسری کی نسبت اِشارہ ہوا کہ اس کی شکل اچھی نہیں۔ گویا یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ صاحبِ صورت و صاحبِ سیرت لڑکا (موعود زکی غلام۔ ناقل) جس کی بشارت دی گئی ہے وہ برعایت مناسبت ظاہری اہلیہ جمیلہ و پارسا طبع سے پیدا ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصّواب۔'' ☆

(تذکرہ صفحہ ۱۱۲ تا ۱۱۳ بحوالہ از مکتوب مورخہ ۸ جون ۱۸۸۶ء بنام حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ صفحہ ۵، ۶)

حضورؑ کے اِس خط سے درجِ ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

اولاً۔ آپؑ کا یہ خیال تھا یا آپ کو یہ امید لگی ہوئی تھی کہ یہ سبز رنگ کا بڑا پھل ''زکی غلام یعنی مصلح موعود'' آپکا جسمانی بیٹا ہوگا۔

ثانیاً۔ یہ کہ وہ جسمانی بیٹا حضرت ام المومنین نصرت جہاں بیگمؓ کے بطن سے نہیں ہوگا۔

ثالثاً۔ یہ کہ عنقریب مجھے ایک اور نکاح کرنا پڑے گا اور وہ زکی غلام کسی پارسا طبع اور نیک سیرت تیسری اہلیہ سے ہوگا۔

رابعاً۔ یہ کہ زکی غلام برعایت مناسبت ظاہری اہلیہ جمیلہ سے پیدا ہوگا۔

تیسری زوجہ کیلئے سلسلہ جنبانی۔

حضرت مہدی و مسیح موعودؑ یقین رکھتے تھے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی دوسری شادی کیلئے غیب سے سامان پیدا فرمائے تھے اسی طرح وہ تیسری شادی کے لیے بھی غیب سے سامان پیدا فرما دے گا۔ آپؑ نے اپنے تیسرے نکاح کیلئے ایک خط متضمن درخواستِ نکاح مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری کو لکھا۔ یہ احمد بیگ ہوشیارپوری آپؑ کے سگے ماموں کا بیٹا تھا۔ اس درخواستِ نکاح کی تفصیل کے سلسلہ میں آپؑ اپنے ایک اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء میں لکھتے ہیں:۔

(ا) ''خدا تعالیٰ نے یہ تقریب قائم کی کہ والد (مرزا احمد بیگ۔ ناقل) اس دختر (محمدی بیگم) کا ایک اپنے ضروری کام کیلئے ہماری طرف ملتجی ہوا تفصیل اس کی یہ ہے کہ نامبردہ کی ایک ہمشیرہ ہمارے ایک چچا زاد بھائی غلام حسین نام کو بیاہی گئی تھی۔ غلام حسین عرصہ پچیس سال سے کہیں چلا گیا ہے اور مفقود الخبر ہے۔ اس کی زمین ملکیت جس کا حق ہمیں پہنچتا ہے نامبردہ کی ہمشیرہ کے نام کاغذات سرکاری میں درج کرادی گئی تھی۔ اب حال کے بندوبست میں جو ضلع گورداسپورہ میں جاری ہے نامبردہ یعنی ہمارے خط کے مکتوب الیہ نے اپنی ہمشیرہ کی اجازت سے یہ چاہا کہ وہ زمین جو چار ہزار یا پانچ ہزار روپیہ قیمت کی ہے اپنے بیٹے محمد بیگ کے نام بطور ہبہ منتقل کرادیں۔ چنانچہ اُنکی ہمشیرہ کی طرف سے یہ ہبہ نامہ لکھا گیا۔ چونکہ وہ ہبہ نامہ بجز ہماری رضامندی کے بیکار تھا اسلئے مکتوب الیہ نے بتمام تر عجز و انکسار ہماری طرف رجوع کیا۔ تا ہم اُس ہبہ پر راضی ہو کر اُس ہبہ نامہ پر دستخط کردیں۔ اور قریب تھا کہ دستخط کردیتے لیکن یہ خیال آیا کہ جیسا کہ ایک مدت سے بڑے بڑے کاموں میں ہماری عادت ہے جناب الٰہی میں استخارہ کر لینا چاہیے۔ سو یہی جواب مکتوب الیہ کو دیا گیا۔ پھر مکتوب الیہ کے متواتر اصرار سے اِستخارہ کیا گیا وہ استخارہ کیا تھا گویا آسمانی نشان کی درخواست کا وقت آپہنچا تھا جس کو خدائے تعالیٰ نے اس پیرایہ میں ظاہر کردیا۔ اُس خدائے قادر حکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اِس شخص کی دُختر کلاں کے نکاح کیلئے سلسلہ جُنبانی کر اور اُن کو کہہ دے کہ تمام سلوک اور مروّت تم سے اِسی شرط سے کیا جائیگا۔ اور یہ نکاح تمہارے لیے موجبِ برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا اور اُن تمام برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰۔ فروری ۱۸۸۸ء میں درج ہیں لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اِس لڑکی کا انجام نہایت ہی بُرا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائیگی وہ روزِ نکاح سے اڑہائی سال تک اور ایسا ہی والد اُس دُختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا اور اُنکے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی اور درمیانی زمانہ میں بھی اُس دُختر کیلئے کئی کراہت اور غم کے اَمر پیش آئیں گے۔

پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کیلئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی ہر

ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا اور بے دینوں کو مسلمان بناوے گا اور گمراہوں میں ہدایت پھیلا دے گا۔ چنانچہ عربی الہام اس بارے میں یہ ہے۔ کذّبوا بایاتنا و کانو ابھا یستھزؤن ط فسیکفیکھم اللّٰہ و یردّھا الیك لا تبدیل لکلمات اللّٰہ ط انّ ربّك فعال لمایرید۔انت معی و انا معك۔عسٰی ان یبعثك ربّك مقاما محمودا۔ یعنی انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے۔ سو خدا تعالیٰ ان سب کے تدارک کیلئے جو اس کام کو روک رہے ہیں تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اسکی اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا۔ کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔ تیرا ربّ وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں اور عنقریب وہ مقام تجھے ملے گا جس میں تیری تعریف کی جائے گی۔ یعنی گو اوّل میں احمق اور نادان لوگ بد باطنی اور بدظنی کی راہ سے بدگوئی کرتے ہیں اور نالائق باتیں منہ پر لاتے ہیں۔ لیکن آخر خدا تعالیٰ کی مدد کو دیکھ کر شرمندہ ہوں گے اور سچائی کے کھلنے سے چاروں طرف سے تعریف ہوگی۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحات ۱۵۷تا۱۵۹)

(۲)''اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۷ء (دراصل جولائی ۱۸۸۸ء ہے اور ۱۸۸۷ء سہوِ کاتب ہے۔ ناقل) کی پیشگوئی کا انتظار کریں جس کیساتھ یہ بھی الہام ہے۔ و یسئلونك احق ھو قل ای و ربّی انّہ لحق و ما انتم بمعجزین زوجنا کھا لا مبدل لکلماتی و ان یروا اٰیۃ یعرضو اویقولو ا سحر مستمر۔ اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ بات سچ ہے۔ کہہ ہاں مجھے اپنے ربّ کی قسم ہے کہ یہ سچ ہے۔ اور تم اس بات کو وقوع میں آنے سے روک نہیں سکتے۔ ہم نے خود اس سے تیرا عقد نکاح باندھ دیا ہے۔ میری باتوں کو کوئی بدلا نہیں سکتا۔ اور نشان دیکھ کر منہ پھیر لیں گے اور قبول نہیں کریں گے اور کہیں گے کہ یہ کوئی پکا فریب یا پکا جادو ہے۔'' (ایضاً۔ صفحہ ۳۰۱)

(۳)''جنوری ۱۸۸۶ء میں بمقام ہوشیار پور ایک اور الہام عربی مرزا احمد بیگ کی نسبت ہوا تھا جس کو ایک مجمع میں جس میں بابو الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ و مولوی بُرہان الدین صاحب جہلمی بھی موجود تھے، سنایا گیا تھا۔ جس کی عبارت یہ ہے:۔ رأیت ھذا المرأۃ واثرالبکاء علیٰ وجھھا فقلت ایّتھا المرأۃ توبی توبی فان البلاء علیٰ عقبك والمصیبۃ نازلۃ علیك یموت و یبقیٰ منہ کلاب متعددۃ۔''(ایضاً۔ صفحہ ۱۶۲)

ترجمہ۔ میں نے اس عورت (یعنی مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی ساس کو جو محمدی بیگم کی نانی اور مرزا امام الدین وغیرہ کی والدہ تھی) کو ایسے حال میں دیکھا کہ اسکے منہ پر گریہ وُ بکاء کے آثار تھے۔ تب میں نے اُسے کہا کہ اے عورت! توبہ کر توبہ کر کیونکہ بلا تیری نسل کے سر پر کھڑی ہے اور یہ مصیبت تجھ پر نازل ہونے والی ہے۔ وہ شخص (یعنی مرزا احمد بیگ) مرے گا اور اسکی وجہ سے کئی سَگ سیرت لوگ (پیدا ہوکر) پیچھے رہ جائیں گے۔

اب اس پیشگوئی کے مطابق وہ شخص جو محمدی بیگم کیساتھ شادی کریگا وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک فوت ہو جائے گا اور والد محمدی بیگم کا تین سال تک فوت ہو جائے گا اور اُن کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت آئے گی۔ بالآخر مرزا احمد بیگ نے ۷۔اپریل ۱۸۹۲ء کو محمدی بیگم کا ایک جگہ نکاح کر دیا۔ اس نکاح کے بعد چھ ماہ سے بھی کم مدت میں یعنی ۳۰۔ستمبر ۱۸۹۲ء کو مرزا احمد بیگ فوت ہوگیا۔ لیکن احمد بیگ کا داماد یعنی محمدی بیگم کا خاوند معین معیاد یعنی نکاح کے اڑھائی سال کے بعد فوت نہ ہوا۔ بعد ازاں مخالفوں نے شور ڈال دیا بلکہ اب تک ڈال رہے ہیں کہ مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ حالانکہ اگر انصاف کیساتھ بنظر غور دیکھا جائے تو یہ پیشگوئی پوری ہوئی تھی۔ وہ اس طرح کہ!

(۱) اس پیشگوئی میں دو انسانوں کی ہلاکت کی خبر دی گئی تھی یعنی مرزا احمد بیگ اور اس کے داماد کی۔ جب محمدی بیگم کے نکاح کے بعد چھ ماہ کے عرصہ سے بھی کم مدت میں اُس کا باپ جو اس پیشگوئی کا ایک نشانہ تھا فوت ہوگیا تو یہ ایک قدرتی اَمر تھا کہ پیشگوئی کے دوسرے نشانے یعنی محمدی بیگم کے شوہر پر بھی خوف طاری ہوتا۔ اب احمد بیگ کی وفات کے بعد اسکے داماد سمیت اس مخالف خاندان نے توبہ استغفار اور گریہ زاری کر کے پیشگوئی میں مذکورہ شرط سے فائدہ اُٹھالیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے معین معیاد میں محمدی بیگم کے شوہر کو فوت نہ کیا۔

(۲) یہ بات بھی سچ تھی کہ حضرت مرزا صاحبؑ کا نکاح محمدی بیگم کیساتھ آسمان پر پڑھا گیا تھا لیکن جب ان مخالفوں نے توبہ استغفار کر کے شرط پوری کر دی تو یہ نکاح بھی فسخ ہوگیا یا التوا میں پڑ گیا۔

جیسا کہ حضورؑ نے اپنے ۸۔جون کے ایک خط میں بڑے واضح رنگ میں فرمایا تھا کہ ''اب تک میرا قیاسی طور پر خیال تھا کہ شاید وہ فرزند مبارک اسی اہلیہ سے ہوگا۔ اب زیادہ تر الہام اس بات میں ہو رہے ہیں کہ عنقریب ایک اور نکاح تمہیں کرنا پڑے گا اور جناب الٰہی میں یہ بات قرار پا چکی ہے کہ ایک پارسا طبع اور نیک سیرت اہلیہ تمہیں عطا ہوگی۔ وہ صاحب اولاد ہوگی''۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ پارسا طبع اور نیک سیرت تیسری اہلیہ جس کے بطن سے فرزند موعود یعنی مصلح موعود کا تولد ہونا تھا کہاں گئی اور محمدی بیگم سے حضورؑ کا نکاح معرض وجود میں کیوں نہ آیا؟

زوجہ ثالثہ یا پیشگوئی محمدی بیگم کی حقیقت۔

جیسا کہ حضرت مہدی ومسیح موعودؑ نے فرمایا تھا کہ مجھے ایک کشف میں چار پھل دیئے گئے ہیں۔ان میں سے تین تو آم تھے لیکن ایک بڑا سبز رنگ کا پھل تھا جو اس جہان کے پھلوں سے مشابہ نہیں تھا۔تین آم کے پھل تو زمینی پھل تھے جبکہ سبز رنگ کا بڑا پھل آسمانی تھا۔حضورؑ نے مزید فرمایا کہ اس آسمانی پھل سے مراد موعود مصلح تھا جو کہ کسی تیسرے نکاح سے پیدا ہونا تھا۔حضورؑ کے ایک اور خط جو کہ آپؑ نے حضرت مولوی نورلدینؓ صاحب کو ۲۰۔جون کو لکھا تھا سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ تیسرا نکاح تقدیر مبرم تھا۔آپؑ فرماتے ہیں:۔

''عنایت نامہ پہنچا۔اس عاجز نے جو آپکی طرف لکھا تھا وہ صرف دوستانہ طور پر بعض اسرار الٰہیہ پر مطلع کرنے کی غرض سے لکھا گیا تھا کیونکہ اس عاجز کی یہ عادت ہے کہ اپنے احباب کو انکی قوت ایمانی بڑھانے کی غرض سے کچھ کچھ امورِ غیبیہ بتلا دیتا ہے اور اصل حال اس عاجز کا یہ ہے کہ جب سے اس تیسرے نکاح کیلئے اشارہ غیبی ہوا ہے تب سے خود طبیعت متفکر و متردد ہے اور حکم الٰہی سے گریز کی جگہ نہیں۔مگر بالطبع طبیعت کارہ (ناپسند کرتی) ہے۔اور ہر چند اوّل اوّل یہ چاہا کہ یہ اَمرِ غیبی موقوف رہے۔لیکن متواتر الہامات و کشوف اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ یہ تقدیر مبرم ہے''۔(از مکتوب ۲۰۔جون ۱۸۸۶ء بنام حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ صفحہ ۵،۶)

لیکن بعدازاں بہت کوشش کے باوجود بھی یہ تیسرا نکاح نہ ہوسکا۔اب سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟ اِسکی وجہ سوائے اسکے اور کیا ہوسکتی ہے کہ زوجہ ثالث سے مراد کوئی جسمانی عورت نہ تھی جس سے نکاح ہونا تھا بلکہ وہ دراصل ایک جماعت کا روحانی تمثل تھا جو کہ آپؑ کو کشفی نظارہ میں بصورت عورت دکھایا گیا تھا۔علم التعبیر رؤیا کے مطابق کسی خواب یا کشف میں کسی دینی مقتدا کا کسی پارسا عورت کو اپنی زوجیت میں دیکھنا یہ تعبیر بھی رکھتا ہے کہ اُسے ایک نیک اور پاک سیرت جماعت عطا ہوگی۔یہ بھی یادرہے کہ ایک روحانی جماعت یا اُمت بھی اپنے روحانی مقتدا سے اسی طرح اثر پذیر ہوتی اور روحانی طور پر حاملہ ہوتی ہے جیسے کوئی زوجہ اپنے شوہر سے۔اسی ضمن میں حضورؑ بذاتِ خود ارشاد فرماتے ہیں:۔

''اصل میں ہمارے خیال میں بات یہ ہے کہ اُمت کی مثال عورت سے بھی دی جاتی ہے۔چنانچہ قرآن شریف سے بھی اِسکی نظیر ملتی ہے جیسا کہ فرماتا ہے۔ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ (التحریم:۱۲) الخ یہ ایک نہایت ہی باریک رنگ کا لطیف استعارہ ہوتا ہے۔اُمت میں جو ہر صلاحیت ہوتا ہے اور نبی اور اُمت کے سچے تعلق سے وہ نتائج پیدا ہوتے ہیں جن سے خدائی فیضان اور رحم کا جذب ہوتا ہے۔'' (ملفوظات جلد ۱۰ صفحہ ۱۴۵ تا ۱۴۶)

بہرحال عالم کشف یا رؤیا میں جماعت اور اُمت کا عورت کی شکل میں نظر آنا بلکہ عورت کی طرح اُسے مخاطب کرنا الٰہی کتب میں ایک عام محاورہ ہے۔مثلاً بائبل میں ایک نبی ایک قوم کو اللہ تعالیٰ کی وحی بطور پیشگوئی یوں بیان فرماتے ہیں:۔

''اے بانجھ تو جو بے اولاد تھی نغمہ سرائی کر! تو جس نے وِلادت کا درد برداشت نہیں کیا خُوشی سے گا اور زور سے چلّا کیونکہ خُداوند فرماتا ہے کہ بےکس چھوڑی ہوئی کی اولاد شوہر والی سے زیادہ ہے ٥'' (یسعیاہ: باب نمبر ۵۴ آیت نمبر ۱)

اب اِن الفاظ میں یسعیاہ نبی نے اسرائیلی قوم کو شوہر والی کہہ کر پکارا ہے اور بانجھ اور بیکس اسماعیلی قوم کو کہا ہے۔اسی طرح بائبل میں کثرت کیساتھ قوم اور جماعت کو عورت کہہ کر پکارا گیا ہے۔الغرض الہام اور رؤیا میں کسی جماعت یا قوم کا عورت کی شکل میں متمثل ہو کر نظر آنا ایک عام محاورہ ہے جو تمام اہل علم کے نزدیک مسلّم ہے۔لہٰذا حضرت مرزا صاحبؑ کو جو یہ دکھایا گیا یا الہام کیا گیا تھا کہ کوئی پارسا طبع اور نیک سیرت اہلیہ آپ کو عطا ہوگی اور وہ فرزند موعود اُس سے تولد ہوگا۔تو اس اہلیہ سے نہ کوئی عورت مراد تھی اور نہ اس فرزند سے کوئی جسمانی لڑکا مراد تھا۔اس سے یہی مراد تھا کہ آپؑ کو ایک پارسا طبع اور نیک سیرت جماعت عطا ہوگی اور وہ فرزند موعود یعنی زکی غلام اس جماعت سے ظاہر ہوگا۔اور اُس فرزند موعود کی آپؑ سے نسبت خالصتاً روحانی ہوگی۔اسی لیے کشف میں اُس فرزند موعود کو زمینی پھلوں کی بجائے آسمانی پھل سے تشبیہ دی گئی تھی۔اور یہی زوجہ ثالثہ یا پیشگوئی محمدی بیگم کی حقیقت ہے۔یہ سچ ہے کہ جب یہ نکاح ثالثہ کوششوں کے باوجود معرض وجود میں نہ آیا تو آپؑ اپنے پرانے قیاس کی طرف لوٹ آئے کہ شاید وہ فرزند موعود موجودہ بیگم نصرت جہاں کے بطن سے ہی پیدا ہو۔لیکن بعدازاں واقعات نے حضورؑ کے اس قیاس کی بھی تردید فرمادی۔وہ اس طرح کہ حضورؑ کی نرینہ اولاد کے انقطاع کے بعد بھی اس مصلح موعود یعنی زکی غلام کی بشارت پر مشتمل کلامِ الٰہی آپؑ پر آپؑ کی وفات تک نازل ہوتا رہا لیکن وہ زکی غلام آپؑ کی کسی زوجہ کے ہاں تولد نہ ہوا۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت پر مہر تصدیق ثبت کردی کہ وہ زکی غلام یا فرزند موعود آپؑ کا روحانی بیٹا تھا جس نے آپکی ذریت یعنی جماعت میں سے آپکی دعا کے نتیجہ میں پیدا ہونا تھا۔

پیشگوئی محمدی بیگم بطور ابتلاء۔

پیشگوئی مصلح موعود کی طرح پیشگوئی محمدی بیگم میں بھی پیشگوئی بیان کرنیوالے اور عوام الناس کیلئے ایک زبردست اِبتلاء تھا۔پیشگوئی بیان کرنیوالے کو چونکہ اپنی پیشگوئی پر یقین محکم تھا لہٰذا اس کے پائے استقلال میں کمی آنے کا سوال ہی نہیں تھا بلکہ اس کا ایمان اور زیادہ ہوا۔البتہ عوام الناس دو گروہوں میں بٹ گئے۔وہ لوگ جنکے دل تقویٰ سے خالی تھے اور وہ

جو جلد باز اور سوئے ظن کی طرف جلد جھکنے والے تھے۔انہوں نے اس پیشگوئی کو بنیاد بنا کر ایک صادق انسان کا انکار کر دیا اور اس طرح وہ اُسکی قبولیت سے محروم رہ گئے۔اللہ تعالیٰ نے بھی ایسے دنیاداروں کی پرواہ نہ کی اور اُنہیں منکرین کی صف میں شامل کر دیا۔دوسری طرف وہ لوگ جو متقی اور پاکباز تھے اور وہ جنہوں نے کسی ایک پیشگوئی کو کسی انسان کی سچائی کا معیار قرار نہ دیا۔اس پیشگوئی کا اِبتلاء انکے پاؤں کو ڈگمگا نہ سکا۔انہوں نے دیانتداری کیساتھ حضرت مرزا صاحبؑ کو بحیثیت مجموعی دیکھا اور مطالعہ کیا اور اس طرح ایک صادق انسان کو قبول کر کے فرمانبرداروں کی صف میں شامل ہو گئے۔یہ وہ لوگ تھے جو رَاضِیَةً مَّـرْضِیَّةً کے مطابق اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے اور اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو گیا۔حضور علیہ السلام پیشگوئیوں کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:۔

’’یہ بھی ایک سنت اللہ ہے کہ وہ اپنی پیشگوئیوں اور نشانوں کو اس طور سے ظہور میں لاتا ہے کہ وہ ایک خاص طائفہ کیلئے مفید ہوں جو اُسکے کاموں میں تدبر کرنے والے اور سوچنے والے اور اس کی حکمتوں اور مصالح کی تہہ تک پہنچنے والے اور عقلمند اور پاکیزہ طبع اور لطیف الفہم اور زیرک اور متقی اور اپنی فطرت سے سعید اور شریف اور نجیب ہوں اور اس طائفہ کو وہ باہر رکھتا ہے جو سفلہ مزاج اور جلد باز اور سطحی خیالات والے اور حق شناسی سے عاجز اور سوءظن کی طرف جلد جھکنے والے اور فطرتی شکاوت کا اپنے پر داغ رکھتے ہیں۔ وہ نافہموں کے دلوں پر رجس ڈال دیتا ہے یعنی کچھ پردہ رکھ دیتا ہے تب انکو نور ایک تاریکی دکھائی دیتا ہے اور اپنی آرزوؤں کی پیروی کرتے ہیں اور ان کو چاہتے ہیں اور سوچنے کا مادّہ نہیں رکھتے۔اور خدا تعالیٰ کی اس فعل سے غرض یہ ہوتی ہے کہ خبیث کو طیب کے ساتھ شامل نہ ہونے دے اور اپنے نشانوں پر ایسے پردے ڈال دے جو ناپاک طبع کو پاکوں کیساتھ شامل ہونے سے روک دیں اور پاک طبع لوگوں کا ایمان زیادہ کریں اور علم زیادہ کریں اور معرفت زیادہ کریں۔اور صدق وثبات میں ترقی دیں اور انکی زیرکی اور حقائق شناسی دنیا پر ظاہر کریں اور ان کو اس کسر شان اور بے عزتی سے محفوظ رکھیں جو اس حالت میں متصور ہے۔کہ جب ایک کج طبع اور سفلہ خیال اور نفس پرست اور نادان انکی جماعت میں شامل ہو جائے اور انکے ہم پہلو جگہ لے اور چونکہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے جو اسکی جماعت کے آب زلال کیساتھ کوئی پلید مادہ نہ مل جائے۔اسلئے وہ ایسی خصوصیت کیساتھ اپنے نشانوں کو ظاہر کرتا ہے کہ جس خصوصیت سے غبی اور ناپاک طبع لوگ حصہ نہیں لے سکتے۔اور صرف اس رفیع الشان نشان کو رفیع الشان لوگ دریافت کرتے ہیں۔(روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۲۰ تا ۲۱)

پیشگوئی محمدی بیگم کے ذکر کیساتھ ضروری ہے کہ یہاں خاکسار اپنی ایک خواب کا ذکر بھی کرے جسکا مضمون اور تعبیر حضورؑ کی اس پیشگوئی سے ملتی جلتی ہے۔جیسا کہ میں پہلے بھی اس کا ذکر کر چکا ہوں کہ خاکسار نے ۱۹۷۷ء یا ۱۹۷۸ء میں جب وہ محض ایک طالبعلم تھا یکے بعد دیگرے دو خواب دیکھے تھے۔یہ یاد رہے کہ خواب دیکھنا کسی انسان کے اپنے بس کی بات نہیں۔اللہ تعالیٰ بہت ساری غیب کی باتیں رؤیا صالحہ یا سچی خوابوں کے ذریعے اپنے بندوں پر آشکار فرماتا ہے۔مزید یہ کہ ہم ہر خواب کو نفسانی نہیں کہہ سکتے بلکہ بذریعہ رحمانی خواب تو اللہ تعالیٰ اپنی منشاء اپنے بندے پر ظاہر فرماتا ہے۔میں یہاں دوسرے خواب کا ذکر کرتا ہوں:۔

ایک خواب۔

موضع ڈاور میں ہماری تھوڑی سی زرعی زمین ہے۔زمین بالائی اور زیریں حصوں میں منقسم ہے۔زمین کے بالائی حصہ پر میرے والد صاحب (مرحوم) کے زمانے میں ایک کچی حویلی تھی جس کے نقوش میرے ذہن میں اچھی طرح یاد ہیں۔رؤیا میں دیکھتا ہوں کہ میں اس حویلی کے پاس کھڑا ہوں۔اچانک دیکھتا ہوں کہ کچھ فاصلے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہماری زیریں زمین میں سے گزر رہے ہیں۔حضور علیہ السلام کو دیکھتے ہی میں آپ کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں۔حضور علیہ السلام کے ہاتھ مبارک پکڑ کر انکا بوسہ لیتا ہوں اور آپکی خدمت میں عرض کرتا ہوں ’’حضورؑ آپ ہمارے گھر کے پاس سے گزر کر جا رہے ہیں۔آپ ہمارے گھر آئیں اور ہمیں بھی اپنی خدمت کا شرف بخشیں‘‘۔آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ’’مجھے آگے کام ہے میں واپسی پر آپکے گھر آؤں گا‘‘۔آپ علیہ السلام آگے تشریف لے جاتے ہیں اور میں واپس حویلی کی طرف آجاتا ہوں۔تھوڑی دیر کے بعد حضور علیہ السلام ہمارے گھر تشریف لے آئے۔آپ نے ہم سب گھر والوں کو اکٹھا کیا اور ہمیں نماز پڑھنے کی تلقین فرمائی۔پھر حضورؑ نے از راہ شفقت فرمایا۔’’غفار میرے ساتھ آؤ۔آجکل ہماری زمین پر گنے کا رس نکالتے ہیں تم بھی رس پینا‘‘۔میری خوشی کی انتہا نہ تھی۔میں نے ایک برتن لیا اور گھر والوں سے کہا کہ میں حضور علیہ السلام کیساتھ آپکی زمین پر جا رہا ہوں۔وہاں پر رس پیئوں گا اور کچھ رس لیکر بھی آؤنگا۔پھر حضور علیہ السلام کے پیچھے پیچھے چل پڑتا ہوں۔کافی چلنے کے بعد میں حضور علیہ السلام کے ساتھ آپ کی زمین میں داخل ہو جاتا ہوں۔زمین اتنی پیاری تھی کہ بیان کرنے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔رؤیا میں ہی خیال کرتا ہوں کہ ہماری زمین تو اتنی اچھی نہیں ہے۔ہم بھی اپنی زمین فروخت کر کے حضور علیہ السلام کی زمین کیساتھ ہی خرید لیں۔خواہ تھوڑی ہی ملے۔یہیں پر ہوں کہ میری آنکھ کھل گئی۔

یہ خواب دیکھ کر میں بہت خوش ہوا تھا لیکن اس خواب کی تعبیر سے قطعی طور پر لاعلم تھا اور بعد ازاں بھی ایک لمبے عرصے تک اسکی تعبیر سے لاعلم رہا۔خاکسار کی حصولِ علم میں اسی طرح

لاعلمی میں زندگی گزرتی رہی حتیٰ کہ وسط دسمبر ۱۹۸۳ء میں ایک مبارک جمعہ کا دن میری زندگی میں آ گیا۔اس مبارک جمعہ کے دن ایک مبارک سجدہ میں اللہ تعالیٰ نے میری کایا پلٹ دی۔لگتا ہے کہ یہ ''کن فیکون'' کا معجزہ تھا۔سجدہ سے اُٹھنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت ساری باتوں کا علم دیا اور اِن میں سب سے بڑی خوشخبری یہ تھی کہ خاکسار کو حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی موعود غلامی بخشی گئی ہے۔اس کی تفصیل میری کتاب ''غلام مسیح الزماں'' کے مقدمہ میں موجود ہے۔شروع جنوری ۱۹۸۴ء میں مجھے یہ خیال آیا کہ وہ خوابیں جو میں نے ماضی میں دیکھی تھیں اور جن کے متعلق میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا انہیں لکھ لینا چاہیے۔متذکرہ بالا خواب جب میں لکھ رہا تھا تو اچانک اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ تو اس وقت کیا پڑھ رہا ہے؟ جب میں نے منہ کی طرف توجہ کی تو اس وقت میں بڑے جوش کے ساتھ یہ پڑھ رہا تھا۔''نِسَآؤُکُمۡ حَرۡثٌ لَّکُمۡ ۔تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں'' ۔اور عجیب بات تو یہ تھی کہ یہ فقرہ ایسے ہی میں صبح سے بغیر کسی وجہ کے بار بار دہرا رہا تھا۔پھر اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ یہ خواب جو تو لکھ رہا ہے اسکی تعبیر اسی فقرہ میں ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس خواب کی تعبیر سے بھی مجھے آگاہ فرما دیا۔خواب کی تعبیر یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ حضورؑ کی مبارک نسل کیساتھ میرا جسمانی تعلق قائم فرمائے گا۔خواب کی یہ تعبیر معلوم ہونے پر میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اسکی تسبیح اور تحمید کی۔بعد ازاں میرے دل میں ایک اور سوال پیدا ہوا وہ یہ کہ اے اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کی مبارک نسل میں میرا یہ جسمانی تعلق آپ کہاں قائم فرمائیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے اس سوال کے جواب سے بھی آگاہ فرمادیا۔وہ اس طرح کہ غالباً یہ مارچ ۱۹۸۴ء کا آخری عشرہ تھا۔ایک رات سونے سے پہلے میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تحمید میں مصروف تھا اور جاگ رہا تھا لیکن اچانک میرے ہوش وحواس کھوئے گئے۔اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک نظارہ دکھایا اور دراصل اللہ تعالیٰ نے اس نظارہ میں مجھے میرے متذکرہ بالا سوال کا جواب عنایت فرمایا۔نظارہ یہ تھا کہ میرے سامنے ایک تصویر ہے اور میرا بھائی عبدالسلام میرے ساتھ کھڑا تھا۔میں تصویر کی طرف اشارہ کر کے اپنے بھائی کو کہتا ہوں۔''بھائی جی اللہ تعالیٰ نے آسمان سے یہ نعمت میرے لیے بھیجی ہے''۔اسی وقت میری غنودگی کی حالت جاتی رہی۔یہ تصویر کس کی تھی؟ اس تصویر کے نیچے لکھا ہوا تھا۔عطیۃ المجیب بنت حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصر العزیز۔اس واقعہ کے بعد میرے لیے سوال کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی۔

آجکل کچھ احباب جماعت یہ اعتراض کرتے ہیں کہ خاکسار کی دوسری خواب کی تعبیر کے مطابق عطیۃ المجیب بنت خلیفہ رابع کا واقعہ کیوں وقوع پذیر نہ ہوا اور چونکہ یہ واقعہ ظاہر نہیں ہوا لہٰذا آپ (خاکسار) کا دعویٰ مصلح موعود غلط فہمی پر مبنی ہے؟ میں اس ضمن میں عرض کرتا ہوں کہ تقویٰ اور دیانتداری کا تقاضا یہ ہے کہ ہر مدعی کی سچائی پر کھنے کیلئے ایک جیسا پیمانہ اور ایک جیسا معیار ہونا چاہیے۔یہ نہیں کہ قریباً ایک صدی قبل ظاہر ہونیوالے مہدی و مسیح موعودؑ کی سچائی کو پرکھنے کا پیمانہ اور معیار کچھ اور ہو اور آج اسکے موعود غلام کی سچائی کو پرکھنے کیلئے پیمانہ اور معیار کچھ اور ہو۔خاکسار ایسے معترضین کی توجہ درج ذیل امور کی طرف مبذول کرواتا ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کو نکاحِ ثالث کے متعلق بذریعہ الہام خبر دی تھی بلکہ الہام کے مطابق محمدی بیگم کیساتھ آسمان پر نکاح بھی ہو چکا تھا۔لیکن اسکے باوجود یہ واقعہ وقوع پذیر نہ ہوا۔اب اس پیشگوئی سے متعلقہ تمام فریق اس دنیا سے گزر چکے ہیں۔ہم یقین رکھتے ہیں کہ اس کے باوجود حضورؑ اپنے تمام دعاوی میں سچے تھے اور مسلمانوں کی اکثریت پیشگوئی محمدی بیگم سے دھوکہ کھا کر منکرین کی صف میں شامل ہوگئی۔جہاں تک خاکسار کی خواب کا تعلق ہے تو میں خواب دیکھنے کے ایک طویل عرصہ تک اس خواب کی تعبیر سے لاعلم رہا۔خواب کی تعبیر کا خواب دیکھنے کے قریباً پانچ سال بعد اس وقت پتہ چلا جب اللہ تعالیٰ نے اسکی تعبیر سے آگاہ فرمایا۔اگرچہ میں جانتا تھا کہ خلیفہ رابع اپنے باپ کے غلط دعویٰ مصلح موعود کی جذباتی رنگ میں دل و جان سے تائید کرنے والا ہے اور اس غلط موقف سے کسی صورت میں پیچھے ہٹنے والا نہیں۔وہ میری خواب کی اس تعبیر میں ہر طرح سے روکاوٹیں ڈالے گا۔لیکن اسکے باوجود میں نے مارچ ۱۹۹۷ء میں اس معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہوئے خواب اور اسکی تعبیر سے خلیفہ رابع کو آگاہ کر دیا۔

(۲) حضورؑ نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ اگر یہ لڑکی (محمدی بیگم۔ناقل) کسی دوسرے شخص سے بیاہی گئی تو وہ شخص روزِ نکاح سے اڑہائی سال تک اور ایسا ہی والد اس لڑکی کا تین سال کے اندر فوت ہو جائے گا اور انجام کار یہ لڑکی ہر ایک روک دور ہونے کے بعد اس عاجز کے نکاح میں آئے گی۔اور اس طرح یہ مفصل پیشگوئی تین شقوں پر مشتمل تھی۔مثلاً نکاح کے بعد (۱) لڑکی کے خاوند کی وفات (۲) لڑکی کے والد کی وفات (۳) لڑکی کا بالآخر حضورؑ کے نکاح میں آنا۔ازاں بعد۔اپریل ۱۸۹۲ء کو محمدی بیگم کا نکاح کسی دوسرے شخص سے کر دیا گیا۔اس نکاح کے بعد اس پیشگوئی کے مطابق محمدی بیگم کا والد احمد بیگ ۳۰۔ستمبر ۱۸۹۲ء کو فوت ہو گیا اور اس طرح پیشگوئی کی ایک شق پوری ہوگئی۔مرزا احمد بیگ کی وفات پر محمدی بیگم اور اسکے سارے خاندان کو غم اور فکر لاحق ہو گیا اور انہوں نے توبہ استغفار اور صدقہ و خیرات سے اللہ تعالیٰ سے رحم اور بخشش طلب کی۔اس توبہ و استغفار کے نتیجہ میں محمدی بیگم کے خاوند کی وفات اور محمدی بیگم کا حضورؑ کے نکاح میں آنا اِلتوا میں پڑ گیا۔اور اس طرح اگرچہ اس پیشگوئی کے فریق مخالف کی توبہ و استغفار سے فائدہ اُٹھانے کے نتیجہ میں اس پیشگوئی کی دو شقیں ظاہری رنگ میں پوری نہ ہوئیں لیکن اسکے باوجود ہم سب احمدی مانتے اور یقین رکھتے ہیں کہ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے تمام دعاوی سچے تھے اور یہ پیشگوئی بھی شرطی رنگ میں پوری ہوگئی۔

(۳) خلیفہ رابع صاحب نے اپنی بیٹی عطیۃ المجیب کی شادی مارچ ۱۹۹۷ء میں اپنی مرحوم بیوی کی خواہش کے مطابق اپنے برادرِ نسبتی کے بیٹے سے کر دی۔جس شان سے خلیفہ رابع

نے اپنی اس بیٹی کی شادی کی اسکی مثال شاید آج تک تاریخ احمدیت میں نہ ملے۔جس وقت خلیفہ رابع صاحب اپنی اس بیٹی کو رخصت کر رہے تھے اسی وقت خاکسار نے اپنی خواب اوراسکی تعبیر خلیفہ رابع صاحب کے آگے رکھ دی تھی۔خلیفہ رابع نے غروراور تکبر میں میری خواب اوراسکی تعبیر کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے اپنی بیٹی کو طے شدہ پلان کے مطابق اپنی بیوی کے بھتیجے کیساتھ رخصت کردیا۔یہ یادرہے کہ یہ شادی کسی غیر خاندان میں نہیں ہورہی تھی بلکہ اپنے ہی خاندان میں اپنے قریبی رشتہ دار کیساتھ ہوئی تھی۔

عطیۃ المجیب کی شادی کے بعد کیا ہوا؟ یہ شادی جو بڑی شان اور بڑے کرّ وفر کیساتھ اپنے ہی خاندان میں اپنے قریبی رشتہ دار کیساتھ انجام پائی تھی چھ ماہ تک بھی برقرار نہ رہ سکی۔آخراسکی کیا وجہ تھی؟عطیۃ المجیب کی شادی سے پہلے خلیفہ رابع صاحب اپنی تین بڑی بیٹیوں کی شادی کر چکے تھے۔اِن میں سے ایک کی شادی خاندان سے باہر بھی ہو چکی تھی۔لیکن اسکے باوجود ان تینوں کی شادی کامیاب رہی اور یہ تینوں اپنے گھروں میں خوش وخرم تھیں۔ان میں سے کسی ایک کو بھی خلیفہ رابع صاحب کی زندگی میں نہ طلاق ہوئی اور نہ کسی نے خلع لیا۔لیکن خلیفہ رابع صاحب نے اپنی جس دختر خرد کی شادی خاندان میں ہی اپنے قریبی رشتہ دار کیساتھ بڑی دھوم دھام کے ساتھ کی تھی وہ شادی چھ ماہ بھی برقرار نہ رہ سکی۔آخر اسکی کوئی وجہ تو تھی؟اسکی وجہ سوائے اسکے اور کیا ہوسکتی ہے کہ خاکسار کی خواب اوراسکی تعبیر جو میں خلیفہ رابع صاحب کو بتا چکا تھا وہ سچی تھی؟اگر میری خواب اوراسکی تعبیر میرے نفس نے بنائی ہوتی تو پھر عطیۃ المجیب کی شادی ناکام نہ ہوتی؟اسکی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی بھی کسی احمدی کی نفسانی خواب کے نتیجہ میں اپنے کسی بنائے ہوئے خلیفہ کواسکی لاڈلی بیٹی کی شادی کو جو کہ بڑی دھوم دھام کیساتھ انجام پائی ہو ناکام کرکے اُسے شرمندہ نہ کرتا۔باقی تینوں بیٹیاں بیشک گھر واپس آجاتیں لیکن جھوٹی اور نفسی خواب کے نتیجہ میں عطیۃ المجیب کبھی واپس نہ آتی۔کیونکہ اسکے گھر واپس آنے سے ایک احمدی کی خواب اوراسکی تعبیر جو کہ خلیفہ رابع صاحب کی نظر میں بیشک نفسانی تھی سچی ثابت ہورہی تھی۔عطیۃ المجیب کے شادی کے بعد جو کہ بڑی دھوم دھام سے ہوئی تھی ناکام ہوکر گھر واپس آنے نے میری خواب اوراسکی تعبیر کے سچا ہونے پر مہر تصدیق ثبت کردی۔

(۴) خلیفہ رابع صاحب اس واقعہ کے بعد بھی اپنی ضد پر اَڑے رہے۔اگرچہ وہ غم اور فکر کی وجہ سے پہلے نڈھال ہوئے اور بعدازاں ۱۹۹۸ء میں شدید بیمار ہوگئے۔اس شدید صدمہ کی وجہ سے حافظہ پر بھی بُرا اثر پڑا اور متواتر تین ہفتے نماز جمعہ اور دیگر نمازیں پڑھانے مسجد نہ گئے۔مرزا طاہر خالی مرزا طاہر نہیں تھے بلکہ مومنوں کے امیر اور خلافت کی نازک اوراہم ذمہ داریاں اُنکے کندھوں پر تھیں۔دوسری طرف خاکسار نے بھی بڑے ادب اور عاجزی کیساتھ راہنمائی کیلئے اُنکے آگے درخواست رکھی ہوئی تھی۔بیٹی کی شادی کی ناکامی کے بعد جب وہ واپس گھر آگئی تو خلیفہ رابع پر فرض تھا کہ تقویٰ اور دیانتداری کیساتھ ازسرِنو میرے مقدمہ پر غور وفکر کرتے۔اگر میں غلطی پر تھا تو مجھے بذریعہ دلائل سمجھاتے۔ایک صدی قبل اگر یہی واقعہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کیساتھ ہوجاتا یعنی کسی وجہ سے اسکی بیٹی محمدی بیگم شادی کی ناکامی کے نتیجہ میں گھر واپس آجاتی تو شاید مرزا احمد بیگ کے دل میں خوف پیدا ہوتا اور وہ حضرت مرزا غلام احمدؑ کا مقابلہ کرنے کی بجائے پیشگوئی کے مطابق نہ صرف محمدی بیگم کا عقدِ ثانی حضورؑ سے کردیتے بلکہ آپؑ کے دعاوی پر ایمان بھی لے آتے۔لیکن قدرتِ خداوندی نے مرزا احمد بیگ کو ایسا موقعہ نہ دیا۔لیکن پھر یہ حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کی نمائندگی اور آپؑ کے خلیفہ ہونے کا دم بھرنے والے یہ کیسے خلیفے تھے؟ایک بیٹی جو ایک سچی خواب کی مخالفت کرتے ہوئے بڑی دھوم دھام سے بیاہی گئی تھی اُس کی شادی چھ ماہ بھی برقرار نہ رہ سکی۔لیکن پھر بھی اُسکے خلیفہ باپ کے دل میں خوفِ خدا پیدا نہ ہوا اور وہ مزید تجربوں کے شوق میں اپنی ضد پر اَڑا رہا۔

(۵) بیٹی کی شادی کی ناکامی کے بعد خلیفہ رابع صاحب پتہ نہیں کس کس طرح اللہ تعالیٰ سے توبہ استغفار اور گریہ زاری کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ کر میری خواب کی تعبیر کو ٹالنے کی درخواست کرتے رہے۔کیونکہ غریب احمدی تو اِن متکبر لوگوں کی نظر میں کیڑے مکوڑے ہیں اور یہ لوگ ان میں کہاں رشتہ کرسکتے ہیں؟میری خواب کی تعبیر کو ٹالنے کی خاطر پھر اپنی بیٹی کا نام بھی بدلا یعنی عطیۃ المجیب سے عطیۃ الحبیب اپنایا۔اگر کسی احمدی کو اس میں شک ہو تو وہ ایم۔ٹی۔اے والوں سے عطیۃ المجیب کے نکاح ثانی کی ویڈیو فلم لے کر دیکھے۔دورانِ نکاح جب کسی نے نکاح فارم سے یہ پڑھا کہ عطیۃ المجیب بنت مرزا طاہر احمد تو خلیفہ رابع نے فوراً درمیان میں ٹوک دیا اور کہا کہ اسکا نام عطیۃ المجیب تو نہیں عطیۃ الحبیب ہے۔اس وقت سامعین خلیفہ رابع صاحب کے چہرے اور باڈی لینگوایج (Body Language) کو ملاحظہ فرمائیں۔چہرہ مبارک صاف شرمندگی، ناکامی اور عیاری کی چغلی کھا رہا تھا۔کیل کے احباب جماعت کو اب پتہ چل گیا ہوگا کہ کیل کی مسجد کا نام بیت المجیب سے بیت الحبیب کیوں رکھا گیا تھا؟ کیل کی یہ مسجد جب تک قائم رہے گی تب تک یہ افرادِ جماعت کو یہ پیغام دیتی رہے گی کہ ایک خلیفہ نے کسی غریب کی سچی خواب سے مرعوب ہوکر اوراس کی پیشگوئی کو ٹالنے کیلئے اپنی بیٹی کا نام عطیۃ المجیب سے عطیۃ الحبیب اپنایا تھا۔میں اُن تمام احباب جماعت سے جو عطیۃ المجیب کے سلسلہ میں میری خواب اوراسکی تعبیر پر عتراض کرتے ہیں کہتا ہوں کہ:۔

(اولاً) اگر میری خواب اوراسکی تعبیر غلط تھی یا نفسانی تھی تو پھر عطیۃ المجیب کیوں واپس آئی۔باقی تینوں بیٹیاں بے شک واپس آجاتیں لیکن عطیۃ المجیب کو واپس نہیں آنا چاہیے تھا کیونکہ اس سے تو ایک نعوذ باللہ جھوٹا سچا بن رہا تھا جو کہ ممکن نہیں۔لیکن یہاں تو اللہ تعالیٰ نے ناممکن کو ممکن بنادیا۔ایسا کیوں ہوا؟؟؟

(ثانیاً) اگر میری خواب اوراسکی تعبیر غلط تھی اور خلیفہ رابع صاحب اس سے مرعوب نہیں ہوئے تھے تو پھر وہ اپنی بیٹی کا نام کیوں بدلتے پھرے؟؟؟

(ثالثاً) خلیفہ رابع صاحب کی توبہ استغفار اور صدقہ وخیرات کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے میری خواب کی تعبیر کو اگر وقتی طور پر یا مستقل طور پر ٹال دیا ہے تو اس سے میرا دعویٰ غلام مسیح الزماں (مصلح موعود) غلط نہیں ٹھہر سکتا؟ اگر کسی جذباتی احمدی کی نظر میں غلط ٹھہرتا ہے تو پھر پیشگوئی محمدی بیگم کے سلسلہ میں میرے آقا ومخدوم حضرت مرزا غلام احمدؑ کے دعاوی کا کیا بنے گا؟ ایسا جذباتی احمدی تو پھر بالواسطہ رنگ میں ہمارے آقا علیہ السلام کے دعاوی کو بھی جھٹلا رہا ہے۔

(۲) خلیفہ رابع صاحب نے وہی کردار ادا کیا جو ایک صدی قبل مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری نے اپنی بیٹی محمدی بیگم کے سلسلہ میں ادا کیا تھا۔ وہ بھی حضرت مرزا غلام احمدؑ کو جھٹلانے کے لیے اپنی ضد پر اَڑا رہا حتیٰ کہ جان سے گیا۔ جس طرح خاکسار پہلے بھی بیان کر چکا ہے کہ احمد بیگ تھوڑا اپنی ضد کیلئے معذور بھی تھا کیونکہ اُسے مرزا طاہر کی طرح اپنی ضد پر نظر ثانی کا موقعہ نہیں ملا تھا۔ خلیفہ رابع مرتے مر گئے لیکن اپنی ضد پر اَڑے رہے۔ بعض اوقات شامتِ اعمال انسان سے کیسے کیسے کام کروا دیتی ہے؟ خلیفہ رابع صاحب نے اپنی شامت اعمال کی وجہ سے وہ کام کیے جو حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کے مخالفوں نے کیے تھے۔ ایک صدی قبل پیشگوئی محمدی بیگم کے ٹلنے سے نہ حضرت مرزا صاحبؑ کے دعاوی غلط ثابت ہوئے تھے اور نہ ہی آج میری خواب اور اس کی تعبیر کے وقتی طور پر یا مستقل طور پر ٹل جانے سے میرا دعویٰ غلام مسیح الزماں غلط ثابت ہوتا ہے۔ اگر کسی نے میرے دعویٰ کو غلط ثابت کرنا ہے تو اسے میرے دعویٰ کے اِلہامی، علمی اور قطعی ثبوت کو جھٹلانا ہوگا؟ میں یہاں احباب جماعت کو بتاتا چلوں کہ خلیفہ رابع صاحب میری سچی خواب کو کیسے مانتے؟ اگر وہ میری خواب اور اس کی تعبیر کو مانتے تو اُنکے والد کا جھوٹا دعویٰ مصلح موعود جارہا تھا۔ لیکن یہ جھوٹا دعویٰ تو اب بھی جائے گا لیکن سرِ دست خلیفہ رابع صاحب اپنی ضد کے ہاتھوں مجھے اور پوری جماعت کو ایک گڑھے اِبتلاء میں ڈال گئے ہیں۔ اِس ابتلاء سے انشاء اللہ تعالیٰ خاکسار بھی اور جماعت احمدیہ بھی بخیر وخوبی کامیابی کیساتھ باہر آئے گی۔

ایک بودا اعتراض۔

آغاز میں جب اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ خبر دی کہ میں ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی کے مطابق نشانِ رحمت بنا رہا ہوں۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ انکشاف بھی فرمایا کہ وہ امام جماعت احمدیہ سے اس عاجز کی تصدیق بھی کروائے گا۔ اس خبر کے بعد میں نے اپنے چند قریبی رشتہ داروں کو یہ کہا تھا کہ انشاء اللہ تعالیٰ خلیفہ رابع صاحب موجودہ امام جماعت احمدیہ میری سچائی کی تصدیق کریں گے۔ اب یہ میرے رشتہ دار اعتراض کر رہے ہیں کہ آپ (خاکسار) کے قول کے مطابق خلیفہ رابع صاحب نے آپ کی سچائی کا اعلان کیوں نہیں کیا؟ خاکسار یہاں جواباً عرض کرتا ہے کہ وہ لوگ جو صاحبِ بصیرت ہیں سمجھ چکے ہیں کہ خلیفہ رابع صاحب نے خاکسار کی تصدیق فرمادی ہے مگر لاشعوری۔ مثلاً خلیفہ رابع صاحب اپنے درج ذیل منظوم کلام میں افرادِ جماعت کو کیا ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی کے مصداق غلام مسیح الزماں کی خبر نہیں دے رہے؟؟؟

دو گھڑی صبر سے کام لو ساتھیو! آفت ظلمت وجور ٹل جائے گی ۔ آہ مومن سے ٹکرا کے طوفان کا رُخ پلٹ جائے گا رُت بدل جائے گی

یہ دعا ہی کا تھا معجزہ کہ عصا، ساحروں کے مقابل بنا اژدھا ۔ آج بھی دیکھنا مردِ حق کی دعا، سحر کی ناگنوں کو نگل جائے گی

عصر بیمار کا ہے مرض لا دوا ، کوئی چارہ نہیں اب دعا کے سوا ۔ اے غلام مسیح الزماں ہاتھ اٹھا، موت آ بھی گئی ہو تو ٹل جائے گی

اِن اشعار میں وہ مومن کون تھا جس کی آہ وفغاں سے طوفان کا رُخ پلٹنے اور رُت بدلنے والی تھی؟ یہ ''مردِ حق کی دعا'' کون سے مردِ حق کی دعا ہے جو سحر کی ناگنوں کو نگلنے والی تھی؟ یہ ہاتھ اُٹھانے والا غلام مسیح الزماں کون تھا؟ یہ ''مومن''، یہ ''مردِ حق کی دعا'' اور یہ ہاتھ اُٹھانیوالا ''غلام مسیح الزماں'' ۲۰۔فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی میں مذکورہ موعود زکی غلام (مصلح موعود) ہی تو تھا۔ خلیفہ ربع صاحب نے خلیفہ بنتے ہی جس کی جماعت کو لاشعوری رنگ میں خبر دینی شروع کر دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی خبر دے دی کہ یہ موعود غلام مسیح الزماں تو ہی ہے۔ یہاں میں نے مثال کے طور پر صرف تین اشعار کا حوالہ دیا ہے لیکن میری کتاب ''غلام مسیح الزماں'' کے پہلے حصہ کے چوتھے باب ''امام وقت کی حیرت انگیز بشارات'' میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کسی ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ اگر اِن اشعار میں آپ کا یعنی خاکسار کا ذکر تھا تو خلیفہ رابع صاحب نے اس کا اعلان کیوں نہیں فرمایا اور آپکے دعویٰ کو قبول کیوں نہیں کیا؟ خاکسار یہاں جواباً دو باتیں عرض کرتا ہے۔

(اولاً) یہ کہ میں نے خلیفہ رابع صاحب سے درخواست کی تھی کہ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ آپکی اِن بشارات کا مصداق میں نہیں ہوں تو آپ مجھے بتا دیں کہ جماعت میں وہ دوسرا کون ہے؟ آپ حضورؒ کی نمائندگی میں جماعت احمدیہ کے امام ہیں اور یہ بشارات جو آپکے منہ سے نکلی ہیں کسی آنیوالے کا پیغام دے رہی ہیں۔ یہ ایک جائز سوال تھا لیکن جواب ندارد۔ میں نے آپ سے یہ بھی کہا تھا کہ اگر میں آپکی نظر میں اِن بشارات کا مصداق نہیں تو یقیناً آپکی بشارات کا مصداق کوئی تو ہے؟ آپ جماعت میں اعلان کر کے اِس مصداق کو تلاش کریں۔ اگر میں آپ کی نظر میں اِن بشارات کا مصداق نہیں ہوں تو کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ ایک نعوذ باللہ جھوٹا تو ایک مدلل دعویٰ کیساتھ آپ کے آگے کھڑا ہے اور جو سچا ہے وہ

جماعت میں چھپا بیٹھا ہے؟ آپ اُسے آواز دیکر بلائیں تا کہ اُس کے میدان میں آنے سے میرا دعویٰ غلام مسیح الزماں جھوٹا ثابت ہو جائے۔لیکن خلیفہ رابع صاحب خاموش رہے۔ الخاموشی نیم رضا کے محاورے کے مطابق کیا یہ میری سچائی کا اقرار نہیں تھا؟

(ثانیاً) اگر خلیفہ رابع صاحب میری سچائی کا اعلان کر دیتے تو جماعت احمدیہ میں کون شخص ہوتا جو میرے دعویٰ غلام مسیح الزماں کو قبول نہ کرتا۔یقیناً سب لوگ قبول کر لیتے۔اس حالت میں پھر صادق اور کاذب،کھوٹے اور کھرے کا امتیاز کیسے ہوتا؟ افراد جماعت احمدیہ میرے دعویٰ کی قبولیت کے نتیجہ میں کونسے ثواب کے حق دار ٹھہرتے؟ اب فرض کریں کہ اگر مکہ میں محمدﷺ نامی شخص نبی اللہ ہونے کا دعویٰ کیساتھ کھڑا ہوتے ہیں۔مکہ کا سردار ابوجہل آپکے دعویٰ کی تصدیق کر دیتا ہے کہ محمدﷺ سچ ہے اور نبی اللہ ہے۔ایسی حالت میں مکہ کا کوئی شخص بھی آپﷺ کی نبوت کا انکار نہ کرتا۔اس حالت میں مکہ کے لوگ محمدﷺ پر ایمان لا کر کس ثواب کے حق دار ٹھہر سکتے تھے؟ یقیناً کسی ثواب کے بھی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے درمیان میں سے آزمائش ہی ختم کر دی۔اسی طرح دو ہزار سال پہلے جب حضرت مسیح ابن مریمؑ ظاہر ہوئے تو اگر آپکے ظہور کے وقت یہودی خلیفہ آپکے موعود مسیح ہونے کی شعوری تصدیق کر دیتا تو کوئی یہودی بھی آپؑ کا انکار نہ کرتا اور نہ آپؑ کو صلیب پر چڑھایا جاتا۔سب یہودی آپؑ کی غلامی کا جُوا بخوشی اُٹھا لیتے لیکن اس حالت میں ثواب کی دولت سے محروم رہ جاتے۔جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ بغرض اصلاح دنیا میں کھڑے کرتا ہے انہیں ڈھونڈنا پڑتا ہے۔دعویٰ کے وقت اُنکی حالت ہلال کی طرح ہوتی ہے جو مشکل سے نظر آتا ہے۔متقی اس ہلال کو پہچان لیتے ہیں اور نفس پرستوں کا نفس اُنکے انکار کیلئے جواز ڈھونڈ لیتا ہے۔یہ لوگ اپنے دعویٰ کے بعد آہستہ آہستہ پہلے قمر اور بعد ازاں بدر بنتے ہیں۔میرے دعویٰ کے سلسلہ میں میرے تینوں خطوط بمعہ خلیفہ رابع صاحب کے جوابات کے اس وقت میری ویب سائٹ پر موجود ہیں۔کتاب کی شکل میں میرا دعویٰ اور اسکا ثبوت بھی بعنوان ''الہامی پیشگوئی کی حقیقت'' میری ویب سائٹ پر موجود ہے۔ہر احمدی یا متلاشی حق انہیں پڑھ کر حقیقت سے باخبر ہوسکتا ہے۔

خلیفہ رابع کا بیان فرمودہ سچے انسان کا معیار۔

خلیفہ رابع صاحب نے اپنے ۵ دسمبر ۱۹۸۶ء کے خطبہ جمعہ میں ایک سچے انسان کی دو صفات بیان فرمائی ہیں۔اولاً یہ کہ وہ بہت دلیر ہوتا ہے۔اُسکے دلیر ہونے کی وجہ بھی بتاتے ہیں وہ یہ کہ اُسے اپنے مضمون یا اپنے مقدمہ کے سچے ہونے میں کامل یقین ہوتا ہے۔وہ اپنی سچائی کا گہرا عرفان رکھتا ہے کہ وہ کس طرح سچا ہے؟ اسی طرح فریق مخالف کے جھوٹے ہونے کا بھی اُسے ایقان ہوتا ہے۔بزدلی ایسے سچے انسان کے قریب بھی پھٹک نہیں سکتی اور اُسکے قدموں کے ڈگمگانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:۔

☆ اثبات وہ لوگ ہیں جو وقیع ہیں۔جن کی باتیں غلط نہیں ہوتیں۔جن کی باتوں میں وزن ہوتا ہے اور جب بات کرتے ہیں حق کی بات کرتے ہیں۔اب یہ بظاہر الگ الگ معانی ہیں لیکن ایک دوسرے کیساتھ ان سب کا گہرا تعلق ہے۔وہ شخص جو حق پر قائم ہو اور حق کا عرفان بھی رکھتا ہو۔اسکے لیے لازمی ہے کہ وہ بہادر بھی ہو۔کیونکہ دلیری سچائی سے پیدا ہوتی ہے اور صرف سچائی سے نہیں بلکہ سچائی کے عرفان سے پیدا ہوتی ہے۔اور دلائل میں جب گفتگو ہو رہی ہو تو وہ شخص جس کے پاس حق ہو،جس کے پاس مضبوط اور قاطع دلیل ہو،جو شخص اس مضمون کا عرفان رکھتا ہو جس میں گفتگو کر رہا ہے اس کی بات میں ایک عجیب شوکت پیدا ہو جاتی ہے۔اسکی بحث میں ایک ایسی طاقت آجاتی ہے کہ اسکے نتیجے میں اسکا دلیر ہونا اس کا طبعی اور لازمی نتیجہ ہے۔اس لیے مومن اپنی گفتگو میں کامل یقین رکھتا ہے اور اُس کیلئے ڈگمگانے کا سوال ہی نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہمیشہ دلائل میں اور گفتگو میں وہ شخص ڈگمگاتا ہے جو کہیں جا کر خود ابہام کا شکار ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔تو لاعلمی اور مضمون کی معرفت میں کمی دلائل کی دنیا میں قدم کو ڈگمگاتی ہے اور اسی حد تک اس سے ثبات قدم چھین لیتی ہے۔۔۔☆

خاکسار نے دس (۱۰) جون ۲۰۰۲ء کو جب خلیفہ رابع صاحب اپنی خلافت کی جوبلی منانے میں مصروف تھے اپنا دعویٰ مکمل ثبوت کیساتھ بمعہ اپنے تیسرے خط کے خلیفہ رابع صاحب کی خدمت میں بھیج دیا۔جب میرا یہ دعویٰ اور اس کا ثبوت اُس کے آگے پہنچا تو وہ اپنے ہوش وحواس میں نہ رہے بلکہ عملاً زندہ درگور ہو گئے۔انہیں اپنے باپ کے دعویٰ مصلح موعود کی حقیقت کا بھی ادراک ہو گیا اور وہ خاندانی گدی جو خلافت کے نام پر اُنکے باپ نے شروع کی تھی اسکی حقیقت بھی اُس پر واضح ہو گئی۔میں نے اُن سے یہ درخواست بھی کی تھی کہ آپ میرے دعویٰ کا بیشک لوگوں میں اعلان کر دیں لیکن خلیفہ صاحب نے اپنی زندگی میں میرا دعویٰ اور اس کا ثبوت چھپائے رکھا۔کم وبیش تین ماہ کے بعد مورخہ اکیس (۲۱) اگست ۲۰۰۲ء کو بذریعہ اپنے سیکرٹری منیر احمد جاوید جو کہ میرا سابقہ ہم جماعت بھی تھا مجھے میرے دعویٰ اور اسکے ثبوت کے موصول ہونے کی صرف طلاع دی۔یہ وہ مکاری تھی جس کے پردے میں یہ خدائی خلیفہ اپنی خاندانی گدی کی حفاظت کی سازشوں میں مصروف تھا۔خلیفہ رابع صاحب نے میرے مقدمہ کے بارے میں دلائل کی بجائے نظام کی طاقت کا سہارا لیا۔لیکن سوال یہ ہے کہ اگر کسی طاقتور نظام کا کیا ہوا فیصلہ سچا اور درست ہو تو پھر مرزا طاہر نے ۱۹۷۴ء میں احمدیوں کے متعلق پاکستان کی پارلیمنٹ کا کیا ہوا فیصلہ کیوں نہ مانا؟ وہ بھی

تو ایک طاقتور ادارے کا کیا ہوا فیصلہ تھا؟ حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کی تعلیم افرادِ جماعت کو یہ ہے کہ۔ ؎

گالیاں سن کر دُعا دو پا کے دکھ آرام دو ۔ کبر کی عادت جو دیکھو تم دِکھاؤ انکسار

نشتر میڈیکل کالج کے طالب علموں نے جب ۱۹۷۴ء میں ربوہ ریلوے اسٹیشن پر بدزبانی کی تھی تو اسکے جواب میں ہمیں حضورؑ کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے صبر کا مظاہرہ کرنا چاہیے تھا۔لیکن جوابی ردِعمل کے طور پر ہمارے ربوہ کے متکبر ارباب واختیار نے جوطرزِعمل اختیار کیا وہ بانیٔ جماعت کی تعلیم سے سراسر انحراف تھا۔جب یہ طالب علم واپسی پر ربوہ پہنچے تو خدام الاحمدیہ ربوہ نے بڑے منظم اور بڑے ظالمانہ طریقے سے اِن طلباء کو مارا پیٹا۔اِس تشدد کے نتیجہ میں پورے ملک میں احمدیہ مخالف تحریک (anti-ahmadiyya movement) کا آغاز ہو گیا۔اہلِ ربوہ تو محفوظ رہے لیکن ربوہ سے باہر کے تمام احمدی اِس مخالف تحریک کی زد میں آ گئے۔احمدیہ مخالف تحریک جوکہ ہماری ہی بدعملیوں کے نتیجے میں شروع ہوئی تھی کے باوجود بھٹو نے بڑی عزت کیساتھ جماعت احمدیہ کے وفد کو ہر قسم کی حفاظت فراہم کرتے ہوئے ممبران پارلیمنٹ کے آگے اپنے دلائل پیش کرنے کی دعوت دی۔اُس نے کم از کم دونوں فریقوں (احمدیوں اور غیر احمدیوں) کی پارلیمنٹ میں بحث کروائی اور دلائل بھی سُنے۔اگرچہ اس پارلیمنٹ کے فیصلہ کی بنیاد دلائل،تقویٰ اور انصاف پر مبنی نہیں تھی لیکن پھر بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ فیصلہ کم از کم جمہوری ضرور تھا۔اس معاملہ میں اگر مرزا طاہر اور ذوالفقار علی بھٹو کا موازنہ کیا جائے تو بھٹو بدرجہا بہتر ثابت ہوتا ہے۔وہ اس طرح کہ بھٹو صرف ایک سیاستدان تھا۔اس کا کوئی خلیفہ ہونے کا دعویٰ نہیں تھا۔اور خلیفہ کہتے ہیں امیر المومنین کو جو سب مومنوں سے بڑھ کر سچا ہوتا ہے۔لیکن مرزا طاہر جس کو خلیفۃ المسیح رابع ہونے کا دعویٰ تھا نے میرے مقدمہ کے بارے میں جوطرزِعمل اختیار کیا وہ خالصتاً آمرانہ تھا۔خلیفہ رابع صاحب نے سچائی کے تنازعہ میں دلائل کی بات تو ضرور کی ہے لیکن عملاً سہارے ڈھونڈے طاقت کے۔اِس کا طریقہ کار یہ تھا کہ جب طاقتور سے مقابلہ ہوتو اُسے دلائل کی طرف بلاؤ اور جب کمزور سے مقابلہ ہوتو اُس سے طاقت کیساتھ بات کرو۔کیا یہ مکاری نہیں تھی؟ کیا یہ دوہرا معیار نہیں تھا؟ کیا خدائی خلیفوں کا یہی معیار ہوتا ہے؟اگر وہ مردِ خدا ہوتا تو میرے مقدمہ کا دلائل کیساتھ ڈٹ کر مقابلہ کرتا نہ کہ چُپ سادھ کر ایک آمرانہ نظام کا سہارا لیتا۔اسکے باوجود اگر احمدی حضرات اس نام نہاد خلافت کی برکات کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں تو پھر وہ بڑے بھولے ہیں۔اس نام نہاد محمودی خلافت کی برکات صرف ایک خاندان کیلئے ہیں۔نوے (۹۰) سالہ محمودی خلافت سے کیا اس خاندان سے باہر کے کسی احمدی کو بھی کوئی برکت ملی ہے؟ ہرگز نہیں۔آخری وقت میں جب سچ خلیفہ رابع صاحب پر کھل گیا تو وہ عملاً جسمانی طور پر قریباً معذور ہو چکا تھا۔یہاں کوئی کہہ سکتا ہے کہ خلیفہ رابع صاحب اپنی بیٹی کی شادی کی ناکامی کی وجہ سے پریشان تھے۔تو جواباً عرض ہے کہ خلیفہ صاحب کی بیٹی تو ۱۹۹۷ء کے آخر میں ہی گھر واپس آ گئی تھی۔خلیفہ صاحب اس صدمے سے بیمار ہو کر نہ صرف ۱۹۹۸ء میں رو بہ صحت ہو چکے تھے بلکہ ۲۰۰۱ء میں بمقام من ہائم جماعت احمدیہ جرمنی کے جلسہ سلانہ کے پہلے روز خطبہ جمعہ کے دوران خاکسار پر دماغی فتور میں مبتلا ہونے کا الزام لگانے کے قابل بھی ہو چکے تھے۔ثانیاً۔عرض ہے کہ خلیفہ رابع صاحب کی بیٹی کی شادی کا ٹوٹنا بھی تو میری سچائی کا نتیجہ تھا اور یہی میری سچائی کا غم انہیں کھائے جا رہا تھا۔دَس (۱۰) جون ۲۰۰۲ء کو میرے تحریری دعویٰ کے بعد اُن کا یہ غم انتہائی عروج پر پہنچ گیا اور پھر بالآخر تیسرے جمعہ کے روز وہ غصہ میں ڈائس پر گر پڑے۔پھر چند ماہ کے بعد اسی گومگو کی کیفیت میں مورخہ انیس (۱۹) اپریل ۲۰۰۳ء کو وہ اس دنیا سے گزر گئے۔الٰہی فرمان كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ط کے مطابق ہر ایک جان موت کا مزا چکھنے والی ہے۔خلیفہ رابع صاحب کی موت میرے لیے کوئی خوشی کی بات نہیں کیونکہ ہم سب نے مرنا ہے! ؎ موت سے کس کو رستگاری ہے ۔ آج یہ کل تمہاری باری ہے

اب بقول خلیفہ رابع صاحب ''ہمیشہ دلائل میں اور گفتگو میں وہ شخص ڈگمگاتا ہے جو کہیں جا کر خود اِبہام کا شکار ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔۔تو لاعلمی اور مضمون کی معرفت میں کمی دلائل کی دنیا میں قدم کو ڈگمگاتی ہے اور اسی حد تک اس سے ثبات قدم چھین لیتی ہے۔۔۔''۔خلیفہ رابع صاحب کی موت اور میرے دعویٰ کے بعد اُس کی جسمانی کیفیت کا ذکر میں خوشی سے نہیں بلکہ افسوس سے کر رہا ہوں۔یہ تذکرہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ افراد جماعت جان سکیں کہ اُسکے مرنے سے پہلے اُس کی جسمانی کیفیت نے اُسکے اپنے بیان فرمودہ معیار کے مطابق نہ صرف میری سچائی پر مہر تصدیق ثبت فرمائی بلکہ خلیفہ ثانی کے جھوٹے دعویٰ مصلح موعود کا بھی پول کھول دیا۔میرے دعویٰ کے بعد وہ ایک سال بھی زندہ نہ رہ سکا۔احمدی حضرات جانتے ہیں کہ خلیفہ رابع صاحب ایک ''کھورو'' ڈالنے والا خلیفہ تھا۔وہ مرعوب اور متاثر ہونیوالا نہیں بلکہ مرعوب اور متاثر کرنے والا تھا۔جب حضرت مہدی و مسیح موعودؑ کا موعود ذکی غلام نہ صرف اپنے الہامی ثبوت بلکہ اُسی کی لاشعوری تصدیق کیساتھ اُسکے آگے آ کر کھڑا ہو گیا تو اُسے مرنے کے لیے زمین بھی جگہ نہیں دے رہی تھی۔دس جون ۲۰۰۲ء کے بعد خلیفہ رابع صاحب کی جسمانی اور ذہنی حالت کا اندازہ ایم ٹی اے پر افرادِ جماعت نے کیا ہوا ہے۔یہاں اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں۔میرے دعویٰ کے بعد وہ میری سچائی سے اتنا مرعوب اور خوف زدہ ہو چکا تھا کہ اُس کے قدموں میں کوئی ثبات نہیں تھا۔وہ ڈگمگا چکا تھا۔احبابِ جماعت جانتے ہیں کہ اُس سے چلا نہیں جاتا تھا۔ ؎

دیکھو مجھے جو دیدہ عبرت نگاہ ہو!

میرا دعویٰ موصول ہونے کے چوتھے جمعہ مورخہ ۵۔ جولائی ۲۰۰۲ء کو وہ خطبہ جمعہ کے دوران ڈائس پر گر پڑے اور یہ واقعہ افرادِ جماعت نے بذریعہ ایم ٹی اے ملاحظہ کیا ہوا ہے۔ خلیفہ رابع صاحب کے اپنے بیان کے مطابق صادقوں کے قدموں میں ثبات ہوتا ہے اور وہ جھوٹوں کے آگے ڈائسوں پر گرا نہیں کرتے بلکہ جھوٹے سچوں کے آگے ڈائسوں پر گرا کرتے ہیں۔ اگر خلیفہ رابع صاحب اپنے باپ کے مصلح موعود ہونے کے عقیدہ میں سچے تھے تو پھر ایسا واقعہ کیوں ہوا؟ اے افرادِ جماعت اور بزرگانِ جماعت! تعصب اور جانبداری سے ماوراء ہو کر تقویٰ اور انصاف سے اگر سوچو تو اکیلا یہی واقعہ میری سچائی کے لیے کافی شہادت ہے۔ ؎

صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں ۔ اِک نشاں کافی ہے گر دِل میں ہو خوفِ کردگار

والسلام

عبدالغفار جنبہ / کیل۔ جرمنی

موعود زکی غلام مسیح الزماں (مجدد صدی پانزدہم)

مورخہ ۸۔ جون ۲۰۰۷ء۔

آخر میں خاکسار اپنے ایک بھتیجے کی بیٹی کا خواب درج کرتا ہے۔ ہوسکتا ہے اس سے کسی سعید رُوح کو فائدہ ہو جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔۔۔۔ مصباح کا خواب۔ ماہ فروری کا آخری ہفتہ ۲۰۱۰ء

''میں خواب میں دیکھتی ہوں کہ میں اپنے گھر کے کمرے میں بیٹھی ہوں اور میری کزنیں بھی بیٹھی ہیں اور ہم سب اپنے کام میں مصروف ہوتی ہیں کہ میری ایک کزن نعیمہ آ کر مجھ سے کہتی ہے کہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ ہمارے گھر کے باہر کھڑے ہیں ہم یہ بات سن کر چونک جاتے ہیں اور اُس سے کہتے ہیں یہ کیسے ممکن ہے وہ تو وفات پا چکے ہیں وہ کہتی ہے کہ یقین نہیں آ رہا تو آپ سب باہر جا کر دیکھ لیں۔ ہم سب باہر جاتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ واقعی خلیفہ صاحب کھڑے ہیں اور باہر بہت سے لوگ حیرانگی میں کھڑے ہوتے ہیں اور وہاں ایک عجیب سی خاموشی طاری ہوتی ہے اور کوئی بھی اتنی ہمت نہیں کر پاتا کہ اِن سے کچھ پوچھ سکے سب لوگ حیران ہوتے ہیں کہ اچانک میں آگے بڑھ کر اِن سے پوچھتی ہوں کہ آپکے والد صاحب سچے تھے یا میرے دادا (خاکسار۔ ناقل) سچے ہیں تو وہ مایوسی سے جواب دیتے ہیں کہ یہی تو میں بتانے آیا ہوں کہ میرے والد نہیں یہ شخص سچا ہے تو دادا ابو بھی میرے قریب ہی کھڑے ہوتے ہیں اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ میں نے تم لوگوں کو کہا تھا نہ کہ میں سچا ہوں لیکن تم لوگ میری بات نہیں مانتے تھے اور اب یہ بات ثابت ہو چکی ہے اُنہوں (خلیفہ رابع صاحب۔ ناقل) نے کہا واقعی آپ سچے تھے اور سیدھی راہ پر تھے اور ہم غلط راہ پر تھے۔''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مصباح کا خواب ماہ فروری کا آخری ہفتہ 2010

میں خواب میں دیکھتی ہوں کہ میں اپنے گھر کے کمرہ میں بیٹھی ہوں اور میری کزنیں بھی بیٹھی ہیں اور ہم سب اپنے کام میں مصروف ہوتی ہیں کہ میری ایک کزن نعیمہ آ کر مجھ سے کہتی ہے کہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ہمارے گھر کے باہر کھڑے ہیں ہم یہ بات سن کر چونک جاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں یہ کیسے ممکن ہے وہ تو وفات پا چکے ہیں وہ کہتی ہے کہ یقین نہیں آ رہا تو آپ سب باہر جا کر دیکھ لیں۔ ہم سب باہر جاتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ واقعی خلیفہ صاحب کھڑے ہیں اور باہر بہت سے لوگ حیرانگی میں کھڑے ہوتے ہیں اور وہاں ایک عجیب سی خاموشی طاری ہوتی ہے۔ اور کوئی بھی اتنی ہمت نہیں کر پاتا کہ ان سے کچھ پوچھ سکے سب لوگ حیران ہوتے ہیں کہ اچانک میں آگے بڑھ کر ان سے پوچھتی ہوں کہ آپ کے والد صاحب سچے تھے یا میرے دادا سچے ہیں تو وہ مایوسی سے جواب دیتے ہیں کہ یہی تو میں بتانے آیا ہوں کہ میرے والد نہیں یہ شخص سچا ہے تو دادا ابو بھی میرے قریب ہی کھڑے ہوتے ہیں اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ میں نے تم لوگوں

کو کہا تھا نہ کہ میں سچا ہوں لیکن تم لوگ میری بات نہیں مانتے تھے
~~تھے~~ اور اب یہ بات ثابت ہو چکی ہے انہوں نے کہا واقعی آپ
سچے تھے اور سیدھی راہ پر تھے اور ہم غلط راہ پر تھے۔